میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سرخ پوشانِ احرار

محمد یونس عالم

رہنما وہ نہیں ہوتا جس کی دانائی اور حکمت کے سب اوراق جذبات کی رو میں بہہ نکلیں۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ایشیا کے سب سے بڑے خطیب ہو گزرے ہیں۔ الفاظ کے چناؤ میں کبھی بے احتیاطی سے کام نہیں لیا۔ لفظوں کو اپنے جذبات سے ہم آہنگ کر کے ایسی لے اٹھاتے کہ برف کی سلیں بھی دہکتے ہوئے شعلے بن جائیں مگر حرف حرف ان کی نفاست کا آئینہ ہوا کرتا۔ قادیانیت اور انگریز کے باب میں ان کا غیظ وغضب اتنا ہی قیامت انگیز تھا جتنا کہ دعوائے نبوت کا جرم نا قابلِ برداشت ہے۔ قادیانیت کی فتنہ پردازوں کے سامنے شاہ جی کی چشمِ ہیبت ناک میں خون اتر آتا، مگر زبان نے کبھی اپنے معیارِ سخن پر سمجھوتہ نہیں کیا۔ شعلہ نوا خطیب ضرور تھے، مگر نفرت آمیز گفتگو کے خوگر وہ ہرگز نہ تھے۔ غلط بیانی اور تعصب کا سود مند کاروبار کبھی ان کے آستانے پر نہیں ہوا۔ تعصب سے تو اس قدر بے نیاز کہ اصلاح نفس کے لیے بریلوی مکتب فکر کے بے مثل روحانی بزرگ پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ سے بیعت ہو گئے تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی اگلی نسل بھی وراثت میں ملنے والے ان بلند اقدار کی امین ثابت ہوئی ہے۔ شاہ جی کی قلندری اور آنکھوں سے پھوٹتے غرورِ عشق کے بانکپن نے ان کی شخصیت کو سحر انگیز بنا دیا تھا۔ اور ہی طرز کے وہ انسان تھے۔ واقعی وہ کوئی مردِ حر تھا۔ غالب کا کہا پورے الفاظ و معانی کے ساتھ شاہ جی پر صادق آتا ہے: حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔ شاہ جی کی گفتگو کا وہی آہنگ، بے نیازی کا پتہ دینے والی وہی آنکھیں، کسی کجکلاہ کی وہی جبینِ نیاز اور خلوص ومحبت کا وہی انداز اگر دیکھنا ہو تو سالارِ احرار سید عطاء المہیمن شاہ بخاری کو دیکھ لیا جائے۔ ایک سالار ہی کیا، شاہ جی کی پشت میں پیدا ہونے والے ہر انسان کا یہ عالم ہے۔ ان کی صحبت میں گزرے لمحات ہمیشہ احساس دلاتے ہیں کہ یہ وہ قافلہ نہیں جو جنس ارزاں کی طرح دینِ خدا کی باتیں کرنے پر یقین رکھتا ہو۔ مجلس احرار کے سرخ پوش درویش صرف کام کرتے ہیں اور جزا کے لیے انسانوں کے بجائے آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہیں۔ انسان کے بس میں بھی کہاں کہ وہ امیر شریعت کے خانوادے کو ان کے کیے کا صلہ دے۔ وہ ربوہ چناب نگر میں ۳۵ برس سے پڑاؤ ڈالے بیٹھے ہیں۔ وہ چناب نگر جو ریاست کے اندر قائم کی گئی قادیانیوں کی ایک ریاست ہے۔ جہاں انتظامیہ سے لے کر عدالتوں تک سبھی کچھ ریاست کے قوانین سے متصادم ہے۔ اسی ریاست کے قلب میں کھلے آسمان تلے وہ ایک جواب بن کر بیٹھے ہیں۔ عدم تحفظ کا احساس اس نگر میں سائے کی طرح ساتھ چلتا

ہے۔موت ہر دم جہاں تعاقب میں رہتی ہے۔مگر ہٹو بچو کے لیے محافظوں کا ہجوم وہ پھر بھی ساتھ نہیں رکھتے۔زن زن کرتی لگژری گاڑیوں کا قائدانہ شوق جیسے کبھی ان کو چھو کر نہیں گزرا۔صدقہ وخیرات کی نہیں، وہ ستاروں پر کمند ڈالنے کی فضیلت سناتے ہیں۔اس خاک دان سے وہ کنارہ کرتے ہیں جہاں آب ودانہ رزق کا نام قرار پایا ہو۔بجلی بن کر رہتے ہیں جس کی نظر جیبوں پر نہیں بلکہ کوہ وبیابان پر لگی رہتی ہے۔یہ اپنا جہاں اپنے ہاتھوں سے تعمیر کرتے ہیں۔اپنے آشیانے کا سامان اپنے جدوجہد سے کرتے ہیں۔بس ورثے میں ملنے والا وہی جنون کچھ کر گزر جانے کی وہی تڑپ۔قدیم قلندرانہ خو کی وہی روایت۔سرخ پوشوں کا وہی جنوں اور وہی سوزِ دروں۔

ازل سے فطرت احرار میں ہے دوش بدوش
قلندری و قبا پوشی و کلہ داری

کوئی بھی دن منایا جائے تو رسمی جملے میں کہا جاتا ہے کہ پورے عقیدت واحترام سے منایا گیا۔لیکن مسلمانوں کے باہمی احوالِ روز وشب دیکھ کر مجھ کم عقل کو عقیدت سمجھ میں آئی اور نہ ہی احترام آج تک پلے پڑا۔یہ ایک المیہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت اسی کے یومِ ولادت پر تقسیم ہو کر ایک دوسرے کے مقابل صف آراء نظر آتی ہے۔عقیدت و احترام کا منظر میں نے گزشتہ برس پہلی مرتبہ ربوہ چناب نگر میں دیکھا۔بارود کے ڈھیر پر کھڑا چناب نگر جہاں ایک چنگاری سب کچھ خاکستر کر سکتی ہے۔اس چناب نگر میں مجلس احرارِ اسلام کا منظّم ایک روزہ اجتماع بلاشبہ امن کی ایک مثال تھا۔حیرت کا یہ جہاں دیکھ کر عہد کیا تھا کہ ہر برس اس روح پرور تقریب میں حاضری دوں گا۔اب کے برس بھی وہی عالم تھا۔صبح سے دوپہر تک قائدین کے خطبات۔شائستہ گفتگو،مہذب لہجے،دل آزار اندازِ تخاطب سے پرہیز، دل شکن فتوؤں کو دور سے سلام۔مجلس کے دوران خاص وعام کی کوئی تفریق نہیں۔اوّل تا آخر عشق وعقیدت کا ایک سماں تھا۔پیار ومحبت کا ایک جہاں تھا۔آخری سیشن میں مجلس احرار کی مسجد سے ہزاروں کا ایک جلوس نکلا۔اور یہ ایک ایسا جلوس تھا جو اپنے حریف کی ہمدردی سے سرشار تھا۔یہ جلوس راہ گم کردہ قادیانیوں کو اپنی متاع گم گشتہ کی خبر دینے نکلا تھا۔چنگچی رکشوں، بسوں اور پیادہ پا شرکاء پر مشتمل یہ جلوس ڈنڈا بردار سرخ پوش احراریوں کے حصار میں رواں دواں تھا۔نظم وضبط ایسا کہ طے کردہ حدود سے ایک بھی شریک باہر نہ نکلا۔تقریباً تیس منٹ یہ جلوس اس قدر پُر امن انداز سے چلتا رہا کہ گردونواح کی عمارتوں پر کھڑے قادیانی بھی حیرت کی تصویر بنے دکھائی دیے۔صرف وہ نعرے لگے جس میں سرکار کی حمد وثنا کے سوا کچھ نہ تھا۔ماردیں گے مرجائیں گے،فلاں پر لعنت بے شمار جیسے غیر مہذب نعروں سے زبانیں یکسر پاک صاف تھیں۔یہ جلوس مرزا محمود کے سابقہ گھر اور قادیانیوں کے موجودہ ہیڈ کوارٹر ایوانِ محمود کے سامنے رکا۔مجلس احرار کے ناظمِ اعلیٰ عبداللطیف خالد چیمہ نے گفتگو کا آغاز کیا تو دھونس دھمکیوں کے بجائے انہوں قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ان کے بعد امیر شریعت کے نواسے سید کفیل شاہ بخاری

آئے تو ان کی گفتگو میں بھی نفرت پر ہمدردی کو غلبہ حاصل تھا۔حسبِ ماضی انہوں نے باقاعدہ قادیانیوں کو فلاح کی طرف بلایا۔اور یہ کوئی سیاسی طریقہ واردات نہیں ہوتا۔ بلکہ بھٹک جانے والے سادہ لوح قادیانیوں کی عاقبت کی فکر ان کے لفظ لفظ سے جھلکتی ہے۔ایوانِ محمود کے دروازے پر کھڑے سید کفیل بخاری نے پورے درد سے پکارا:

''قادیانیو! تم اپنے راستے سے بھٹکا دیے گئے ہو۔تمہارے عقیدے پر ڈاکہ مارا گیا ہے۔ دعوت ہماری ذمہ داری ہے۔کئی لوگ اس دعوت سے راہِ راست پر آ گئے ہیں۔ہم ہر سال اسی مبارک دن تمہیں دعوت دینے آئیں گے۔ کبھی تو ہماری محنت رنگ لائے گی۔

اختتامی تقریر امیرِ شریعت کے فرزند سید عطاء المہیمن شاہ بخاری کی تھی۔اس بزرگ کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی گم ہو جاتا ہوں۔ یہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی چلتی پھرتی تصویر ہے۔گفتگو کا اسلوب بھی وہی۔ضمیر جھنجھوڑنے پر آئیں تو آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں۔ برمحل چٹکلہ ماردیں تو محفل زعفران زار ہو جاتی ہے۔انہوں نے قادیانیوں کے حوالے سے اپنے خدشات کا اظہار کیا۔دوہرے معیار کا پردہ چاک کیا۔مگر گفتگو کا اختتام اسی دعوت پر جو مجلس احرار کا منفرد اعزاز ہے۔تلخ نوائی کے جواہر لمحہ بھر کو نہیں دکھائے۔بس پیش نظر اس منزل کا پتہ دینا تھا جس کا نشان بھٹکے ہوؤں کی نگاہوں سے کہیں اوجھل ہو گیا ہے۔

منتظمین جلوس کو لے کر چناب نگر (ربوہ) کے خارجی راستے پر پہنچے۔ یہاں دعا ہوئی اور یہیں سے شرکاء کو رخصت کر دیا گیا۔میڈیا کو دوش دینا یہاں ذرا مشکل ہے۔احراریوں کی ہی کمزوری ہے کہ اس غیر معمولی اجتماع کو ریکارڈ کا حصہ بنانے کے لیے کیمرے کی آنکھ تک کبھی دکھائی نہیں پڑتی۔اس مثالی جلوس کا دورانیہ اس روز ملک بھر میں ہونے والے کسی بھی اجتماع سے زیادہ ہوتا ہے۔شاید ہی کوئی علاقہ چناب نگر سے زیادہ حساس ہو۔اس کے باوجود کیا حیرت انگیز بات نہیں کہ حریف قادیانیوں کی سڑکوں پر بھی ٹریفک کا نظام معطل نہیں ہوتا۔امن ایسا کہ ایک دو جماعتوں کو چھوڑ کر سبھی جماعتوں کے لیے اس میں سیکھنے کو بہت کچھ ہے۔مختلف سوچ اور فکر سے وابستہ افراد ایک ہی پرچم تلے قدم سے قدم ملا کر چلتے ہیں مگر نظم و ضبط متاثر نہیں ہوتا۔امن وامان اور نظم وضبط کے اس مظاہرے کے پیچھے بلاشبہ قیادت کا مثبت رویہ اور گرفت ہے۔قیادت کا مزاج ہی ایک کارکن کا دستورِ عمل ہوتا ہے۔ایک بات سمجھ پایا کہ قیادتیں اگر نہ چاہیں تو کارکن بدتہذیبی کا مظاہر نہیں کر سکتے۔

(مطبوعہ روزنامہ امت، کراچی، ۲۸ر جنوری ۲۰۱۳ء)